

قانون توہین رسالت کے نئے معنی و مفہوم!

محمد اسماعیل قریشی (ایڈووکیٹ)

”یہ مضمون ان اسلامیان پاکستان خواتین و حضرات کی توجہ کا متقاضی ہے جو توہین رسالت کے قانون کی مخالفت کا کوئی موقع ہاتھ سے جانے نہیں دیتے اور اب توہین رسالت کے کیس میں نکانہ صاحب کے نواحی گاؤں کی خاتون آسیہ بی بی کی سزائے موت کے خلاف بطور فیشن احتجاج کرتے ہوئے اس کی آڑ میں توہین رسالت کے قانون کو ختم کرانے کے درپے ہیں۔ ماڈریٹ کہلانے والے ان خواتین و حضرات کو کیا امریکہ، برطانیہ سے قانون توہین مسیح کو ختم کرنے یا اس میں ہلکی سی ترمیم کا تقاضا کرنے کی جرأت بھی ہو سکتی ہے۔“ (ادارہ)

ایاز میر صاحب کے کالم بعنوان توہین رسالت کے قوانین کیوں دکھائی نہیں دیتے۔ میں بعض امور توجہ طلب ہیں۔ جس کے لئے اس قانون کے مختصر پس منظر کا ذکر ضروری ہے۔ ”امتناع توہین رسالت“ کے قانون کے نفاذ کے لئے سال ۱۹۸۴ء میں راقم الحروف نے ”فیڈرل شریعت کورٹ“ میں اس وقت پیشینہ دائر کی تھی۔ جب یورپ اور خاص طور پر ماسکو سے اسلام اور پیغمبر اسلام ﷺ کے خلاف گستاخانہ اور دل آزار حملوں کی یلغار ہو رہی تھی۔ جس کے لٹریچر کو آفاقی ایشیائی نام سے ایک انتہاء پسند کمیونسٹ نے کتابی شکل میں شائع کیا اور اس کو ہائی کورٹ بار اور دوسرے اداروں میں مفت تقسیم کرتا جا رہا تھا۔ اس کتاب میں بتلایا گیا تھا کہ اسلام کا دوسرے نام ہے اور پیغمبر اسلام کے بارے میں گستاخانہ اور نہایت نازیبا کلمات استعمال کئے گئے تھے۔ اس کتاب کی اشاعت سے قبل راقم کا ایک این جی او کے خلاف ”قانون توہین رسالت“ کا ایک مقدمہ فیڈرل کورٹ میں زیر سماعت تھا۔ جس میں ملک کے چوٹی کے علماء اور مسلمان دانشوروں کو طلب کیا گیا تھا۔ جن کی متفقہ رائے تھی کہ توہین انبیاء اسلام کے علاوہ مسیحی اور موسوی قانون کے رو سے بھی ناقابل معافی جرم ہے۔ بائبل کی رو سے اس جرم کی سزا سنگسار یا زیادہ جلد دینے کی تھی۔ جس کے مطابق گستاخان مسیح کو یہ سزا دی جاتی رہی ہے۔ اسلام کی رو سے اس جرم کی سزا قتل مقرر ہے۔ اس بارے میں راقم کی پیشینہ فیڈرل شریعت کورٹ نے منظور کر لی تھی اور توہین رسالت کو ناقابل معافی جرم قرار دیتے ہوئے اس کی سزا قرآن و سنت کی رو سے سزائے موت مقرر کر دی گئی۔ بلا حلف ہو۔ فیصلہ مقدمہ محمد اسماعیل قریشی بنام جنرل محمد ضیاء الحق و حکومت پاکستان 10 FSC 1991 PLD اس فیصلہ کے خلاف سپریم کورٹ میں اپیل دائر کر دی گئی۔ جب اس اپیل کی اس وقت کے وزیراعظم میاں محمد نواز شریف کو اطلاع ملی تو انہوں نے قوم سے خطاب کرتے ہوئے کہا قانون توہین رسالت کے فیصلہ کے خلاف سپریم کورٹ میں اپیل کسی اہل کار کی شرارت معلوم ہوتی ہے۔ اگر توہین رسالت کی سزا موت سے بھی زیادہ سنگین ہوتی تو اس پر بھی عمل درآمد کیا جاتا۔ میاں نواز شریف نے فوری طور پر سرکاری وکیل کو حکم دیا کہ توہین رسالت کے مقدمہ کے فیصلہ سزائے موت کے خلاف اپیل واپس لی جائے۔ جس کو بوجہ دستبرداری سپریم کورٹ نے خارج کر دیا۔ جناب ایاز میر میاں محمد نواز شریف کے ہم نشینوں میں ہیں اور ان ہی کی

حمایت سے قومی اسمبلی میں پہنچے ہیں۔ لیکن ان کے توہین رسالت کے خلاف مضمون پر میاں صاحب کے حوالہ سے فارسی کی یہ مثل صادق آتی ہے۔ ”من چرمی گویم وطنبورہ من چرمی سرائید“

صاحب موصوف کو قانون توہین رسالت کے خلاف اپنے مضمون توہین رسالت کے قانون کیوں دکھائی نہیں دیتے۔ جس میں وہ لکھتے ہیں کہ پیغمبر اسلام کے بارے میں گستاخی یا اہانت توہین رسالت نہیں۔ جس کسی کو قانون کی مروجہ اصطلاحات کا علم نہ ہو وہ بزم خود قانون رسالت کے خود ساختہ معافی و مفہوم کو پیش کرنے کی جسارت کرے۔ اس پر ناطقہ سرگرمیاں ہے اسے کیا کہئے۔ قانون کی تعبیر اور تشریح ماہرین قانون اور عدلیہ کا کام ہے۔ اگر ہر کس دن اس کا کام اپنے ہاتھ میں لے لے تو قانون باز پچھ اطفال ہو جائے گا۔ جو ملک اور قوم کو تباہی کے کنارے پہنچا دے گا۔

ایاز میر صاحب کے بیان کئے ہوئے توہین رسالت کے مفہوم سے نہ تو واضعان قانون کو تخلیق آگئی ہے اور نہ اعلیٰ عدلیہ اور سپریم کورٹ کے جج جن کی ساری عمر قانون کی تعبیر اور تشریح کرتے ہوئے گزری ہے۔ اپنے حضرت ایاز میر کی اس تحقیق اہنق سے آشنا معلوم ہوتے ہیں توہین رسالت کے وضعی مفہوم کو بیان کرتے ہوئے ایاز میر صاحب نے اپنے اس مضمون میں جس کا اوپر حوالہ دیا گیا ہے۔ اظہار خیال کرتے ہوئے فرمایا ہے۔ اصل توہین مذہب (رسالت) تو یہ ہے کہ ایک بچہ بھوک سے بلک رہا ہو یا کوئی بچہ پیٹ کی آگ بجھانے کے لئے بھیک مانگنے پر مجبور ہو یا ایک عورت تنگ دستی کی وجہ سے بچوں سمیت دریا میں چھلانگ لگا دے۔ معلوم نہیں ان کاموں کا بلا واسطہ یا بلا واسطہ توہین رسالت سے کیا تعلق ہے؟ موصوف کا یہ کوئی معروضی جائزہ نہیں۔ صرف الفاظی جمع خرچ یا مولویانہ وعظ و تلقین کی ایک ماڈرن قسم ہے۔ کوئی ان سے پوچھے حضرت آپ نے اس سلسلہ میں کوئی اقدام بھی کیا ہے۔ جیسا کہ بنگلہ دیش کے غازیمن (خستہ حال) بینک کے ڈائریکٹر نے سرمایہ کاروں سے رقم لے کر تنگ دست خواتین کو ایک ایک ہزار قرض حسہ ایک سال کے لئے دیا۔ ان کی ضرورت کے مطابق سلائی یا کڑھائی کی مشین فراہم کی۔ جس کی آمدن سے وہ اپنا گزارہ بھی کرتی رہیں اور قرض کی رقم بھی واپس کر دی۔ جس سے وہاں افلاس بڑی حد تک دور ہو گیا ہے۔ آپ کے بھی ملک کے سرمایہ کاروں سے تعلقات ہیں۔ آپ کو اس کا رخیر سے کس نے روکا ہے؟

آگے چل کر ارشاد ہوتا ہے۔ (غضب ہے کہ) ہمارے لئے ایمان آئیں سے کہیں بڑھ کر ہے۔ بجا فرمایا۔ سیکولر ریاست میں ایمان کی کہاں گنجائش ہو سکتی ہے۔ اسی نظریہ کے تسلسل میں یہ بھی لکھا ہے۔ ”ہم نے اس خود ساختہ نعرے کو سینہ سے لگا رکھا ہے کہ پاکستان اسلام کا قلعہ ہے۔“ ساتھ ہی اس خود فریبی کا شکار ہیں کہ پاکستان ایک خاص مقصد کے لئے تخلیق کیا گیا تھا کہ خدائی مشن کی تکمیل ہو سکے۔ ایک طرف بظاہر سنجیدہ اور معقول دکھائی دینے والے آرمی چیف جنرل کیانی نے بھی ایک موقع پر اعلان کیا کہ پاکستان اسلام کا قلعہ ہے۔ مگر کسی ایک ملک نے کبھی عیسائیت کو اپنے ملک کا قلعہ ہونے کا دعویٰ نہیں کیا۔ دوسری طرف لاتعداد فرقوں کے ملاؤں کی بریگیڈ بار بار اسلام کے دفاع کے نام پر سڑکوں پر آ جاتی ہے۔ چیختی ہے چلاتی ہے اور باواؤں بلند امریکہ کے خلاف نعرہ بازی کرتی ہے۔ یہ سب موصوف کی نظر میں احمقانہ حرکت ہے۔ اس لئے اس سے گریز کرنا پڑے گا۔ اس لئے وہ قوم کو مشورہ دیتے ہیں کہ ہمیں اپنی کمزوریوں کے باعث امریکہ کی خواہش کے مطابق اپریشن کرنا ہی پڑتا ہے۔ یعنی ہماری فوج کی اپنی کوئی حکمت عملی نہیں اور نہ ہی کوئی اپنی پالیسی ہے۔ اس کو بھی ایاز میر صاحب کی طرح امریکہ کے آگے جھکنا ہے۔ اس جھکنے کے خلاف ہر کارروائی کا تعلق

توہین رسالت سے ہے۔ اس لئے اس قانون کو منسوخ کرنا حکومت کی اولین ذمہ داری ہے۔

موصوف کا یہ بیان کہ کسی ایک ملک نے کبھی عیسائیت کو اپنے ملک کے قلعہ ہونے کا دعویٰ نہیں کیا۔ اس بارے میں جہاں تک لفظی دعویٰ کا تعلق ہے وہ درست ہے۔ ایاز میر صاحب اور ان کی فیملی یقیناً برطانیہ میں قیام پذیر رہی ہے۔ افسوس کہ انہوں نے امریکہ اور برطانیہ کا اندرون جھانک کر نہیں دیکھا۔ جو عیسائیت کا قلعہ نہیں۔ بلکہ مضبوط ترین قلعہ ہیں۔ سیکولرازم کا لبیل برائے نام لگا ہوا ہے۔ مجھے بھی برطانیہ اور امریکہ میں کافی عرصہ قیام کا موقع ملا ہے۔ میرے برادر عزیز سلیم قریشی لاربرٹس پینٹل ہیں۔ کورٹ کی اسٹیشل اجازت ملنے پر میں اسلامی مقدمات میں پیش بھی ہوا ہوں۔ میں اسلامی ممالک کی لندن کانفرنس میں پریسڈیم کا ممبر بھی رہا ہوں۔ کسی ملک کا قانون اور وہاں کی عدالتوں کے فیصلے اس ملک کی اصلی صورت کے آئینہ دار ہوتے ہیں۔ برطانیہ میں عیسائیت کے بعد مسلمانوں کی اکثریت ہے۔ وہاں کے مسلمانوں نے سلمان رشدی کی شیطانی آیات **Satanic Verses** کے خلاف احتجاج کرتے ہوئے حکومت کو درخواست دی کہ قانون توہین مسیح میں معمولی سی ترمیم کر کے تمام انبیاء علیہم السلام کے خلاف گستاخی کو قابل تعزیر جرم قرار دیا جائے۔ لیکن وہاں کے وزیر قانون مسٹر جان پیٹس نے اس درخواست کو مسترد کرتے ہوئے تحریری طور پر بتلایا کہ حکومت برطانیہ قانون توہین مسیح میں کسی قسم کی ترمیم کو جائز قرار نہیں دیتی۔ وہاں کی سب سے بڑی آخری عدالت ”ہاؤس آف لارڈز“ نے اس بارے میں فیصلہ دیتے ہوئے حکومت برطانیہ کے موقف کو درست قرار دیا اور ساتھ ہی یہ بھی لکھا کہ برٹش لاء مذہب پر جارحانہ حملہ کو جائز قرار دیتا ہے۔ مزید برآں یہ ریمارکس بھی دیئے ہیں کہ اگر حکومت برطانیہ توہین مسیح میں اسلام کے قانون توہین رسالت کی کوئی کلاز شامل بھی کر دے تو برطانیہ کی اعلیٰ عدلیہ اس قانون کو یہاں لاگو کرنے سے گریز کرے گی۔ اس فیصلہ کے خلاف یورپ کی ہیومن رائٹس کورٹ نے مسلمانوں کی نگرانی خارج کر دی۔ برطانیہ میں توہین مسیح تو بڑی بات ہے۔ وہاں حکومت نے جناب مسیح کی ایک عقیدت مند نژاد کے بارے میں سٹرونگرو کی فلم کو ضبط کر لیا۔ جس میں ٹریسا کو حالت وجد میں رقص کرتے ہوئے جناب مسیح علیہ السلام کے جسم کے مختلف حصوں کو بوسے لیتے ہوئے دکھایا گیا تھا۔

فلم کی اس ضبطی کے خلاف برطانیہ اور یورپ کی اعلیٰ عدلیہ نے بھی سماعت سے انکار کر دیا۔ اب ذرا ایک جھلک امریکہ کی سپریم کورٹ کے موسکس کیس کی بھی دیکھ لیجئے۔ جہاں یہ قرار دیا گیا کہ امریکی ریاست سیکولر ہونے کے باوجود عیسائی مذہب کی بنیاد پر قائم ہے۔ کیونکہ وہاں صدر راکین کا نگرلیس عدالتوں کے جج انتظامیہ کے تمام افسر اور اہل کار بائبل پر حلف اٹھاتے اور عیسائی خدا کو مانتے ہیں۔ اس لئے یہاں کسی کو عیسائی مذہب کے کسی قانون کے خلاف پبلک میں تقریر کی اجازت نہیں دی جاسکتی۔ ان تمام باتوں کو کھلی آنکھوں سے دیکھنے کے باوجود ایاز میر صاحب کو امریکہ میں یا یورپ کے کسی ملک میں عیسائیت کا قلعہ نظر نہیں آتا۔

اسلام کی تاریخ کو حضرت ایاز میر نے اچھی طرح سے کھنگالا ہے اور اس نتیجے پر پہنچے ہیں کہ اسلام ہندوستان میں گذشتہ ۸۰۰ سالوں سے موجود ہے۔ اسے کبھی کسی خطرے کا سامنا نہیں رہا۔ راقم اور برصغیر ہند کے مسلمانوں کے خیال میں اگر اسلام یا مسلمانوں کو ہندوستان میں صدیوں سے کوئی خطرہ ہی نہیں تھا۔ تو پھر کیوں علامہ اقبال اور قائد اعظم محمد علی جناح نے علیحدہ قومیت کا نعرہ بلند کیا اور ہندوستان سے علیحدہ مملکت قائم کرنے کے لئے اپنی زندگی کھپا

الدين اور ایک اور گستاخ رسول کے قاتل غازی عبدالقیوم جن کو گستاخان رسول کے قتل میں کراچی کی عدالت سے سزائے موت ہوئی تھی تو علامہ اقبالؒ نے اپنی مایہ ناز تصنیف ضرب کلیم میں خراج تحسین پیش کرتے ہوئے کہا ہے۔

ان شہیدوں کی دیت اہل کلیسا سے نہ مانگ

قدرو قیمت میں ہے خوں جن کا حرم سے بڑھ کر

راج پال قتل کیس میں قائد اعظم نے لاہور ہائی کورٹ میں علم الدین کی طرف سے اس کے مقدمہ کی پیروی کی تھی۔ قائد اعظم کا اصول تھا کہ وہ کسی غلط مقدمہ کو لینے سے انکار کر دیتے تھے۔ لیکن ہمارے ترقی پسند دانشور ایاز میر صاحب نے تو پین رسالت کو جرم تسلیم کرنے سے ہی انکار کر دیا۔ اس طرح وہ قرآن و سنت کے احکام کو چودہ سو سال سے امت مسلمہ کے اجماع و تواتر کو اسلامی ملکوں اور خاص طور سے پاکستان سپریم کورٹ فیڈرل شریعت کورٹ کے متفقہ فیصلوں کو نہیں مانتے۔ موصوف کا علم و دانش برطانیہ اور یورپ کی کٹڑیوں کے سہارے چلنے کی کوشش کرتا ہے۔ جس کے بارے میں مولانا روم نے فرمایا ہے کہ ”کار چوبیس بے تکلیف بود“ موصوف یورپ اور امریکہ کی ریاستوں اور حکومتوں کو اس لئے پسند کرتے ہیں کہ وہ سیکولر یا لادین ہیں اور عیسائیت کا قلعہ نہیں۔

معلوم ہوتا ہے کہ موصوف نے ان ملکوں کے اعلیٰ عدلیہ کے فیصلوں کو پڑھنے کی کبھی زحمت گوارا نہیں کی۔ ان سیکولر ملکوں میں تو پین مسیح کا قانون موجود ہے۔ جس میں وہ کسی قسم کی ترمیم کرنے کے لئے تیار نہیں۔ ”گے نیوز“ کے ایڈیٹر لے مون نے جناب مسیح علیہ السلام کی مجرد زندگی کے بارے میں ایک مزاحیہ نظم شائع کی تھی۔ جس پر برطانیہ کی ابتدائی عدالت نے اسے تو پین مسیح کے جرم میں سزا دی۔ اس کی اپیل ”ہاؤس آف لارڈز“ نے خارج کر دی۔ اس نے یورپین کورٹ آف ہیومن رائٹس میں مگرانی دائر کی۔ لیکن اس کو بھی اس بناء پر مسترد کر دیا گیا کہ اس نظم سے عیسائی فرقہ کی دل آزاری ہوتی ہے۔ جسے برداشت نہیں کیا جاسکتا۔ البتہ اسلام کے خلاف کوئی بات کی جاتی ہے تو برٹش لازکی رو سے وہ کوئی جرم نہیں۔ لیکن اسی ہاؤس آف لارڈز کے جج لارڈ اسکارمن جن کو مشرق اور مغرب کے جمہوری ملکوں میں اور روس میں بھی ترقی پسند لیبرل جج شمار کیا جاتا ہے۔ اپنے ایک معرکتہ الآراء فیصلہ میں قانون تو پین مسیح کو برطانیہ کی سالمیت کے لئے ایک ناگزیر جمہوری ضرورت قرار دیا ہے اور کہا ہے کہ اس قانون کو دوسرے مذاہب کی تو پین تک بھی وسیع کیا جانا چاہئے۔ تاکہ ان کے مذہبی جذبات مجروح نہ ہوں۔ لیکن یہاں اپنے حضرت میاں میر چاہتے ہیں کہ اسلامی جمہوریہ پاکستان کے مسلمان ان کی طرح تو پین رسالت کو نظر انداز کر دیں اور ان کی نظر میں اس قانون کو یہاں برقرار رکھنے کا کوئی جواز نہیں۔ اس ملک کو اسلام کا قلعہ کہنا بھی حماقت ہے۔ کیونکہ یہ ملک کسی خاص مقصد یا مشن کے لئے نہیں تخلیق کیا گیا تھا۔ مگر موصوف نے یہ نہیں بتلایا کہ اس ملک کو ہندوستان سے علیحدہ کرنے کے لئے اتنی جان کا ہی قربانیوں اور جدوجہد کی ضرورت کیا تھی اور اب صاحب موصوف کے پیش نظر کیا مشن ہے جس کی رو سے وہ قانون تو پین رسالت کو منسوخ کرنے کے لئے سر توڑ کوششوں میں مصروف ہیں اور صاف طور پر اسلام کے قلعہ کو مسمار کرنے کے درپے نظر آتے ہیں۔ ایسے ہی لوگوں کے بارے جو رسالت مآب ﷺ کی عزت و حرمت کو اپنا دین و ایمان نہیں سمجھتے۔ علامہ اقبالؒ نے فرمایا ہے۔

بمصطفیٰ برسوں خویش را کہ دیں ہمہ دوست اگر بہ او نہ رسیدی تمام بولہبی است